کلیاتِ یگانہ

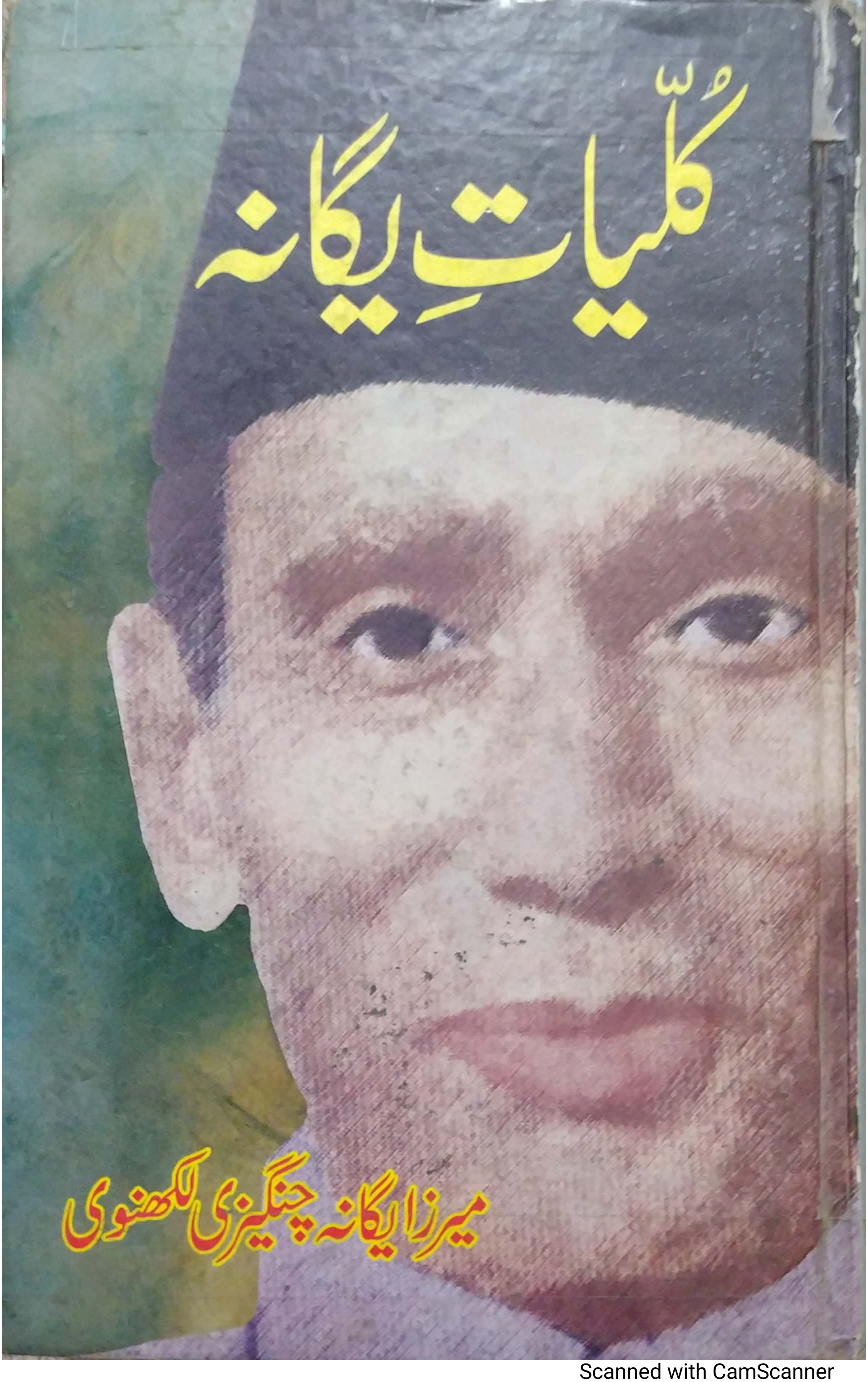

میرزا یگانہ چنگیزی لکھنوی

Scanned with CamScanner

کلیاتِ یگانہ

Kulliyat-e-Yagana

(Poetry)

Compiled By : **Mushfiq Khawaja**

پہلی اشاعت : جنوری ۲۰۰۳ء

ناشر : اکادمی بازیافت

اردو سینٹر، کمرہ نمبر ۴ (پہلی منزل) اردو بازار، کراچی۔ فون : ۲۶۳۴۳۳۰

کمپوزنگ : لیزر پلس، اردو بازار، کراچی

قیمت : ۵۰۰/ روپے (پاکستان میں)

۳۵/ امریکی ڈالر (بیرونِ ملک)

مرتب

مشفق خواجہ

Scanned with CamScanner

ترتیب

فہرستِ غزلیات/ ۱۱

فہرستِ رُباعیات/ ۱۵

فہرستِ منظومات/ ۲۲

فہرستِ کلامِ فارسی/ ۲۳

فہرستِ شخصیات/ ۲۴

دیباچۂ مرتّب/ ۲۵

یگانہ... سوانحی خاکہ از مرتّب/ ۴۶

ماخذ از مرتّب/ ۷۴

نشترِ یاس

"نوٹ" از یاس/ ۹۴

عکس سرورق، نسخۂ مطبوعہ/ ۹۶

انتساب بعنوان "نذر" (عکس)/ ۹۷

اساتذۂ لکھنؤ کی رائیں/ ۹۸

Scanned with CamScanner

دیباچہ از حامد علی خاں/۱۰۲

متن ''نشترِ یاس''/۱۱۱ تا ۱۹۰

غزلیات/۱۱۱

متفرقات/۱۸۲

رباعیات/۱۸۴

سہرا/۱۸۹

آیاتِ وجدانی (طبع اوّل)

عکس سرورق، نسخۂ مطبوعہ (بیرونی)/۱۹۲

عکس سرورق، نسخۂ مطبوعہ (اندرونی)/۱۹۳

عکس، مطبوعہ متن کا پہلا صفحہ/۱۹۴

انتساب (عکس)/۱۹۵

دیباچہ از مرزا مراد بیگ شیرازی/۱۹۷

متن/۲۱۹ تا ۳۲۷

ترانہ

عکس سرورق، نسخۂ مطبوعہ/۳۳۰

مغالطہ... دیباچہ از یگانہ/۳۳۱

Scanned with CamScanner

مطبوعہ متن کا پہلا صفحہ (عکس) /۳۳۴
متن/ ۳۳۵ تا ۴۰۳

آیاتِ وجدانی (طبع دوم)

عکس سرورق، نسخۂ مطبوعہ/ ۴۰۶
تحفۂ ادب (انتساب، عکس) / ۴۰۷
عکس، پہلا صفحہ، نسخۂ مطبوعہ/ ۴۰۸
متن/ ۴۰۹ تا ۴۳۷
عکس، آخری صفحہ، نسخۂ مطبوعہ/ ۴۳۸

آیاتِ وجدانی (طبع سوم)

عکس سرورق، نسخۂ مطبوعہ (بیرونی) / ۴۴۰
عکس سرورق، نسخۂ مطبوعہ (اندرونی) / ۴۴۱
ایک شعر (عکس نسخۂ مطبوعہ) / ۴۴۲
تبصرہ از مجنوں گورکھپوری/ ۴۴۳
خودنوشت از یگانہ/ ۴۴۵
متن/ ۴۵۳ تا ۵۰۳
آخری صفحہ، نسخۂ مطبوعہ (عکس) / ۵۰۴

Scanned with CamScanner

گنجینہ (مطبوعہ)

عکس سرورق، نسخۂ مطبوعہ/۵۰۶

متن/۵۰۷ تا ۵۱۴

غزل/۵۰۷

رباعیات/۵۰۹

گنجینہ (قلمی/ غیر مطبوعہ/ بخطِ یگانہ)

عکس سرورق، بخطِ یگانہ/۵۱۶

متن/۵۱۷ تا ۵۵۷

یگانہ آرٹ (رباعیات)/۵۱۷

غزلیات/۵۴۴

متفرقات/ ۵۵۷

آخری صفحے کا عکس، بخطِ یگانہ/۵۵۸

غیر مدوّن کلام

۱۹۱۴ء تا ۱۹۳۲ء

رباعیات/۵۶۱

متفرقات/۵۶۷

۱۹۳۳ء تا ۱۹۳۵ء

رباعیات/۵۷۱

غزل/۵۷۴

Scanned with CamScanner

۱۹۳۶ء تا ۱۹۳۸ء

رباعیات/۵۷۵

متفرقات/۵۷۷

۱۹۵۱ء تا ۱۹۵۶ء

رباعیات/۵۸۱

متفرقات/۵۹۰

آخری غزل/۵۹۲

آخری مصرع/۵۹۳

باقیات

۵۹۵ تا ۶۱۱

ضمائم

ضمیمہ: ۱۔ غیر مدوّن کلام/۶۱۵

ضمیمہ: ۲۔ باقیات/۶۱۹

فرہنگ

۶۲۹ تا ۶۶۳

حواشی

۶۶۵ تا ۹۵۸

نشترِ یاس/ ۶۶۹

Scanned with CamScanner

آیاتِ وجدانی (طبعِ اوّل)/ ۶۸۸

ترانہ/ ۷۴۶

آیاتِ وجدانی (طبعِ دوم)/ ۷۹۸

آیاتِ وجدانی (طبعِ سوم)/ ۸۲۰

گنجینہ (مطبوعہ)/ ۸۵۱

گنجینہ (قلمی)/ ۸۷۹

غیر مدوّن کلام/ ۹۲۲

باقیات/ ۹۴۳

ضمیمہ: ۱/ ۹۵۱

ضمیمہ: ۲/ ۹۵۵

یگانہ کی تحریروں کے عکس ۹۴_۳۲۸_۴۰۴_۴۵۲
۵۹۴_۶۱۲_۶۲۸

آغا جان فرزند یگانہ کا خط
بنام مرتّبِ کلّیات ۹۵۹

Scanned with CamScanner

یگانہ... سوانحی خاکہ

(۱)

زیرِ نظر کلیات میں مختلف مجموعہ ہائے کلام کے جو دیباچے شامل ہیں، اُن میں سے مندرجۂ ذیل تین میں یگانہ کے حالات ملتے ہیں:

۱۔ نشترِ یاس۔ دیباچہ نوشتۂ حامد علی خان

۲۔ آیاتِ وجدانی، طبع اوّل۔ دیباچہ نوشتۂ مرزا مراد بیگ شیرازی

۳۔ آیاتِ وجدانی، طبع سوم۔ خود نوشت یگانہ

حامد علی خاں کو شاعر نے خود حالات فراہم کیے تھے، مرزا مراد بیگ شیرازی کے پردے میں بھی یگانہ خود ہیں۔ گویا تینوں جگہ یگانہ ہی کے بیان کردہ حالات ہیں۔ ان میں بیشتر امور کی تکرار ہے۔ حیرت ہے کہ ۱۹۱۴ء (''نشترِ یاس'') میں لکھے گئے اور ۱۹۴۶ء (آیاتِ وجدانی، طبع سوم) میں لکھے گئے حالات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تقریباً ایک تہائی صدی کے حالات نظر انداز کیے گئے ہیں۔ اِن تحریروں میں آخری اہم واقعہ جو بیان کیا گیا ہے، وہ یگانہ کی شادی کا ہے۔ بہرحال یگانہ کے ابتدائی اور خاندانی حالات اِنھیں تحریروں میں ملتے ہیں، جنھیں یہاں دُہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

Scanned with CamScanner

یگانہ بقولِ خود ۲۷ر ذی الحجہ ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۷ر اکتوبر ۱۸۸۴ء کو پٹنے کے محلّے مغل پورے میں پیدا ہوئے۔ مدرسے اور اسکول کی تعلیم اسی شہر میں حاصل کی۔ ۱۹۰۳ء میں انٹرنس پاس کیا۔ ۱۹۰۴ء میں کلکتے کا سفر کیا۔ مٹیا بُرج میں واجد علی شاہ کے خاندان کے دو افراد کی معلّمی کی۔ وہاں کی آب و ہوا راس نہ آئی، اِس لیے پٹنے واپس آگئے۔ یہاں بھی صحت بحال نہ ہوئی تو ۱۹۰۵ء میں علاج کی غرض سے لکھنؤ کا عزم کیا۔ خاکِ لکھنؤ ایسی دامن گیر ہوئی کہ زندگی کا بڑا حصّہ یہیں گزار دیا۔ ۱۹۱۳ء میں حکیم مرزا محمد شفیع کی بیٹی کنیز حسین سے شادی ہوئی۔ حکیم صاحب لکھنؤ کے نامور حکما میں سے تھے۔ علم و ادب سے بھی گہرا شغف تھا۔ مشہور کتاب ''مباحثۂ گلزار نسیم یعنی معرکۂ چکبست و شرر'' (مطبع نول کشور، لکھنؤ ۱۹۱۳ء) اُنھیں کی مرتبہ ہے۔ اِس کے آخر میں مثنوی ''گلزارِ نسیم'' کا مکمل متن بھی ہے جسے حکیم صاحب نے بہت محنت سے مرتب کیا ہے۔

ابتداءً شعرائے لکھنؤ کے ساتھ یگاؔنہ کے تعلّقات خوشگوار تھے اور وہ عزیزؔ، صفیؔ، ثاقبؔ و محشرؔ کے ساتھ مشاعرے پڑھتے تھے۔ جب عزیز وغیرہ کی سرپرستی میں رسالہ ''معیار'' جاری ہوا اور معیار پارٹی وجود میں آئی تو یگانہ بھی اِس پارٹی کے مشاعروں میں غالبؔ کی زمینوں میں غزلیں پڑھتے تھے۔ اِن طرحی مشاعروں کی جو غزلیں رسالہ ''معیار'' میں شائع ہوئی ہیں، اُن میں یگاؔنہ کی غزلیں بھی شامل ہیں۔ لیکن یگانہ اور شعرائے لکھنؤ کے درمیان موانست کا یہ رشتہ زیادہ عرصے تک باقی نہ رہ سکا اور معاصرانہ چشمک کا آغاز ہوگیا۔ اِس کا سبب بقولِ یگانہ یہ تھا کہ معیار پارٹی کے مشاعروں میں اُن کے کلام پر خندہ زنی کی جاتی تھی اور بے سر و پا اعتراض کیے جاتے تھے۔ مگر یہ سب کچھ زبانی تھا۔ یگاؔنہ نے تحریری جنگ کا آغاز کیا اور ''۱۹۱۲ء میں میرے ایک دوست کی طرف سے کچھ اعتراضات اہلِ معیار کے کلام پر 'اودھ اخبار' میں شائع ہوئے۔'' (خود نوشتِ یاس، قلمی، ص۶)۔ یہ مضمون دراصل خود یاس نے لکھا تھا، اور اِس کا ثبوت یہ ہے کہ خود نوشت میں جہاں اِس مضمون کا تذکرہ ہے، وہاں حاشیے پر بقلمِ یاس یہ عنوان بھی ہے: ''میری طرف سے پہلی چشم نمائی۔'' اِس کے بعد ایک دوسرے

Scanned with CamScanner

۱۹۶۲ء

کے خلاف لکھنے کا سلسلہ جاری ہوگیا جس کی انتہا یگانہ کی کتاب ''شہرتِ کاذبہ'' ہے۔

شعرائے لکھنؤ غالب کے مقلد تھے، اِس لیے یگانہ کے لیے لازم ٹھہرا کہ وہ غالب کی مخالفت بھی کریں۔ شعرائے لکھنؤ کے مقابلے پر اُنھوں نے اپنے آپ کو ''آتش کا مقلد'' کہنا شروع کردیا۔ ''نشترِ یاس'' (۱۹۱۴ء) کے سرورق پر اُنھوں نے اپنے نام سے پہلے ''خاک پائے آتش'' لکھا اور جب سال بھر بعد ''چراغِ سخن'' شائع ہوئی تو اپنے آپ کو ''آتش پرست'' کے درجے تک پہنچا دیا۔

غالب شکنی کا آغاز بھی ''نشترِ یاس'' ہی سے ہوتا ہے۔ اِس میں انھوں نے یہ لکھا: ''مختصر سا دیوان بھی ہزاروں پیچیدگیوں اور خامیوں سے بھرا پڑا ہے۔'' (صفحہ ک) لیکن ''چراغِ سخن'' میں مخالفت کی یہ لے تیز ہوجاتی ہے۔ اُنھوں نے رسالہ ''خیال'' ہاپوڑ (بابت نومبر ۱۹۱۵ء) میں ''آتش و غالب'' کے عنوان سے غالب کے خلاف پہلا باقاعدہ مضمون لکھا۔ اور پھر یہ سلسلہ ایک طویل عرصے تک جاری رہا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ کسی بھی موضوع پر لکھتے، تان غالب پر ٹوٹتی۔ ۱۹۲۷ء میں جب ''آیاتِ وجدانی'' کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا تو اُس میں بھی جابجا غالب پر مشقِ ستم کی گئی تھی۔ اور یہ مشق اِس حد تک بڑھی کہ اُنھوں نے اپنے ہم زاد مرزا مراد بیگ شیرازی کی زبان سے یہ اعلان کردیا: ''اب دیوانِ غالب میزانِ انصاف و خرد میں کلامِ یاس کے برابر نہیں تُل سکتا۔''

اس سلسلے کی انتہا وہ رسالہ تھا جو ''غالب شکن'' کے نام سے پہلی مرتبہ ۱۹۳۴ء میں اور اضافوں کے ساتھ دوسری مرتبہ ۱۹۳۵ء میں شائع ہوا۔ یگانہ نے ایک طویل عرصہ غالب اور شعرائے لکھنؤ کی مخالفت میں لکھنے میں صرف کیا۔ اِس سے غالب اور شعرائے لکھنؤ کو تو کوئی نقصان نہ پہنچا، لیکن یگانہ خود خاصے خسارے میں رہے کہ اپنی شاعری کو پوری توجہ نہ دے سکے۔

ایسا نہیں ہے کہ شعرائے معاصر خصوصاً معیار پارٹی سے جھگڑے کی بنا پر یگانہ لکھنؤ میں ادبی سطح پر الگ تھلگ زندگی بسر کرتے رہے ہوں۔ وہاں کے متعدد شعرا

Scanned with CamScanner

سے ان کے خوشگوار مراسم تھے۔ ۱۹۱۹ء میں انھوں نے ''انجمن خاصان ادب'' کے نام سے ایک ادبی انجمن بنائی۔ اس کے بارے میں انھوں نے رسالہ ''مخزن'' لاہور کے جولائی ۱۹۱۹ء کے شمارے میں ایک مختصر مضمون لکھا جس میں اس انجمن کے اغراض و مقاصد بیان کیے گئے تھے۔ اس کے صدر بے خود موہانی تھے، سکریٹری یگانہ اور جوائنٹ سکریٹری عبدالباری آسی۔ اس کے سرپرستوں، اراکین اعزازی اور اراکین خاص میں فصاحت لکھنوی اور سیّد مسعود حسن رضوی ادیب جیسے لکھنوی اہل قلم شامل تھے۔ اس انجمن کی سرگرمیوں کے بارے میں کچھ زیادہ معلوم نہیں ہوسکا۔ صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ ستمبر ۱۹۱۹ء تک اس کے تین ماہانہ مشاعرے منعقد ہوئے تھے۔ (مکتوب بے خود موہانی بنام سیّد مسعود حسن رضوی ادیب، مشمولہ ''خطوط بے خود'' مرتبہ سیّد زائر حسین کاظمی، لکھنؤ ۱۹۷۷ء، ص ۴۸)

(۲)

یہ تو یقینی ہے کہ یگانہ ایک طویل عرصے تک ''اودھ اخبار'' سے وابستہ رہے، لیکن کب سے کب تک؟ اس سلسلے میں قطعیت کے ساتھ کچھ کہنا مشکل ہے۔ ''سوانح منشی نول کشور'' از امیر حسن نورانی (خدا بخش پبلک اورینٹل لائبریری، پٹنہ ۱۹۹۵ء) میں ''اودھ اخبار'' کے آخری دور کے مدیروں میں یگانہ کا نام بھی شامل ہے (ص ۱۴۳)۔ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی کے مضمون ''منشی نول کشور کا مطبع'' (ماہنامہ ''نیادور'' لکھنؤ، نومبر دسمبر ۱۹۸۰ء) میں بھی ''اودھ اخبار'' کے ایڈیٹروں کی فہرست میں یگانہ کا نام شامل ہے۔ (ص ۶۳)

گمانِ غالب ہے کہ یگانہ کو ''اودھ اخبار'' میں ملازمت اپنے خسر حکیم مرزا محمد شفیع شیرازی کے ذریعے ملی ہوگی جن کے نول کشور پریس والوں سے گہرے تعلقات تھے۔ ''اودھ اخبار'' سے یگانہ کے تعلقات کا سراغ ۱۹۱۲ء سے ملتا ہے جب اُنھوں نے اپنے مخالفوں کے خلاف ایک مضمون چھپوایا تھا۔ (جس کا ذکر اوپر کی سطور میں آچکا ہے)۔ ۱۹۱۴ء میں ''نشتر یاس'' شائع ہوئی تو اِسی سال ۲۳/اپریل کے شمارے میں اس

Scanned with CamScanner

پر ایک تعریفی تبصرہ شائع ہوا تھا۔ اس کی نقل ماہ نامہ "نقاد" آگرہ، بابت اکتوبر ۱۹۱۳ء میں شائع ہوئی۔ اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ ۱۹۱۲ء سے یگانہ کا "اودھ اخبار" سے کوئی نہ کوئی تعلق ضرور رہا ہے۔

یگانہ نے اپنی تحریروں میں دو جگہ "اودھ اخبار" سے اپنی وابستگی کا ذکر کیا ہے۔ ایک تو ۳ر نومبر ۱۹۲۰ء کے اس مطبوعہ گشتی مراسلے میں جو یگانہ نے رسالہ "کار امروز" کے اجرا کے سلسلے میں لکھا تھا اور جس میں "اودھ اخبار" کی ملازمت کی وجہ سے اپنے عدیم الفرصت ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ۱۹۲۰ء کے آخر تک وہ لازماً اس اخبار سے منسلک تھے۔ دوسری مرتبہ "غالب شکن" (طبع اول ۱۹۳۴ء) کے دیباچے میں اس اخبار کا ذکر ملتا ہے جہاں یہ بتایا گیا ہے کہ لکھنوی حریفوں کی وجہ سے انھیں "اودھ اخبار" کی ملازمت چھوڑنی پڑی۔ ضمناً یہ بھی بتا دیا ہے کہ ان کی تنخواہ ساٹھ روپے ماہوار تھی۔

یگانہ نے واضح طور پر کہیں یہ نہیں لکھا کہ "اودھ اخبار" میں ان کے ذمے کیا خدمت تھی۔ اس سلسلے میں واحد بیان منور لکھنوی کا ملتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> "... یاس عظیم آبادی لکھنؤ میں کافی عرصے تک اودھ اخبار لکھنؤ کے اسسٹنٹ ایڈیٹر بھی رہے جس کی چیف ایڈیٹری اس وقت میرے رہنمائے سخن منشی نوبت رائے نظر کے سپرد تھی۔ یہ زمانہ ۲۰-۱۹۱۹ء کا تھا۔ اودھ اخبار میں میرا کلام چھپتا رہتا تھا۔"☆☆

(۳)

۳ر نومبر ۱۹۲۰ء کے محولۂ بالا گشتی مراسلے میں یگانہ نے "اودھ اخبار" کی ملازمت کی وجہ سے اپنے عدیم الفرصت ہونے کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ انھوں نے خدمتِ زبان و ادب کے خیال سے یہ رسالہ جاری کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس مراسلے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ یگانہ کی انتہائی پریشانی کا زمانہ تھا۔ انھوں نے معاصرینِ لکھنؤ کی مخالفانہ کارروائیوں کا ذکر کرنے کے بعد اپنی

Scanned with CamScanner

پریشانیوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

''میری زندگی کچھ ایسے تلخ و ناگوار واقعات کے سلسلۂ نامتناہی میں جکڑی ہوئی ہے اور ایسی بے سر و سامانی، تنگ دستی، پراگندہ دلی و مکروہات گوناگوں اور صعوبات روزافزوں کا سامنا رہتا ہے کہ جمعیتِ خاطر کی امید بڑھتی [بندھتی؟] نہیں دکھائی دیتی... اطمینان و فراغ نہ پہلے حاصل تھا نہ اب میسّر ہے۔ پھر آیندہ کی کیا اُمید کی جاسکتی ہے۔ پراگندگیِ خاطر کا سلسلہ یوماً فیوماً بڑھتا ہی جاتا ہے، زمانۂ حال کی روش دیکھتے ہوئے مستقبل اور بھی تاریک نظر آتا ہے۔''☆۲

یگانہ نے اپنے جو کوائف بیان کیے ہیں، اُن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ''اودھ اخبار'' کی ملازمت چھوٹنے سے پہلے بھی وہ انتہائی تکلیف دہ اور ناخوشگوار حالات میں زندگی بسر کررہے تھے۔ بہرحال یہ حالات تھے جب بقول بلند اقبال بیگم ۱۹۲۳ء میں ''اودھ اخبار'' کی ملازمت جاتی رہی۔ اِس کے بعد پورے سات برس کا عرصہ بڑا پُرآشوب تھا۔ یگانہ کا ستارہ گردش میں رہا۔☆۳

''اودھ اخبار'' کی ملازمت ختم ہونے کے بعد یگانہ نے کچھ دنوں ریلوے میں بطور کلرک ملازمت بھی کی۔ منوّر لکھنوی جو ریلوے ہی کے محکمے میں ملازم تھے، لکھتے ہیں:

''... یاس عظیم آبادی... کچھ دنوں ریلوے آفس میں ملازم رہے لیکن سرکاری نوکری اُن کے بس کی نہ تھی۔ شاید ریلوے آفس کی کلرکی کا کام اُن کی افتادِ طبع کے مطابق نہ تھا۔ یہ تو یاد نہیں کہ اُنھوں نے ریلوے اکاؤنٹس آفس میں کتنے دنوں کام کیا، لیکن دفتر میں اُن سے اکثر ملاقات رہتی تھی۔''☆۴

(۴)

۱۹۲۴ء میں یگانہ اٹاوہ چلے گئے جہاں اُنھیں اسلامیہ ہائی اسکول میں

ملازمت مل گئی۔ یہیں سے اُنھوں نے رسالہ "صحیفہ" جاری کیا جس کا پہلا اور آخری شمارہ جنوری ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا۔ اُسی زمانے میں اٹاوے میں فانی اور جگر بھی موجود تھے، اُن کے ساتھ یگانہ کے مراسم رہے۔ یہ تینوں شاعر مشاعروں میں ہم طرح غزلیں پڑھتے رہے۔[۵] اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ کے ہیڈ ماسٹر مولوی الطاف حسین یگانہ کے بڑے قدردان تھے۔ اُنھیں کی وجہ سے یگانہ اٹاوہ گئے تھے اور ان سے یگانہ کے زندگی بھر نہایت خوشگوار تعلقات رہے۔ یہاں تک کہ جب ماسٹر الطاف حسین پاکستان آگئے تو اُن سے خط و کتابت کے ذریعے رابطہ رہا۔ یگانہ کسی کی مدح ذرا کم ہی کرتے تھے مگر مولوی الطاف حسین کی مدح میں دو رباعیاں لکھیں۔[۶] مگر معلوم نہیں کیا حالات ہوئے کہ اٹاوہ میں یگانہ کا دماغ پراگندہ اور دل بے ٹھکانا رہنے لگا۔[۷] اور بالآخر اُنھوں نے یہاں سے کوچ کیا۔ اٹاوہ میں یگانہ کا قیام مختصر رہا۔ ستمبر ۱۹۲۴ء سے مارچ ۱۹۲۵ء تک وہ لازماً اٹاوہ ہی میں تھے۔

اٹاوے سے یگانہ علی گڑھ گئے جہاں بقول بلند اقبال بیگم اُن کا قیام چھ ماہ تک رہا۔ وہاں ایک پریس میں اُنھیں ملازمت مل گئی تھی۔[۸] اس دوران وہ مختلف مقامات پر مشاعرے پڑھتے رہے۔ "شہرتِ کاذبہ" کی اشاعت کی تکمیل بھی علی گڑھ میں ہوئی۔ اِس کتاب کا متن لکھنؤ میں اور سرورق علی گڑھ میں چھپا۔

(۵)

۱۹۲۶ء میں لاہور کے مشہور اشاعتی ادارے عطر چند کپور اینڈ سنز کی مالی سرپرستی میں مولانا تاجور نجیب آبادی نے "اردو مرکز" کے نام سے ایک علمی ادارہ قائم کیا جس کا مقصد اُردو ادب کی تمام اصناف کے انتخابات ڈیڑھ سو جلدوں میں شائع کرنا تھا۔[۹] اُردو مرکز کی طرف سے کارکنوں کی بعض اسامیوں کا اشتہار شائع کرایا گیا جس کے جواب میں لاہور سے باہر کے لوگوں کی درخواستیں بھی آئیں۔ ان میں سے اصغر گونڈوی، جگر مرادآبادی اور یگانہ کا انتخاب کیا گیا۔[۱۰] اور یہ تینوں ۱۹۲۶ء کے شروع میں لاہور آگئے اور ایک ہی مکان میں مقیم ہوئے۔ بعد میں جب یگانہ نے اہل خانہ کو لاہور بلا لیا تو وہ الگ مکان میں منتقل ہوگئے۔

Scanned with CamScanner

لاہور میں یگانہ کا قیام اُن کی زندگی کا نہایت اہم واقعہ ہے۔ لاہور میں موجود تقریباً تمام اہم ادیبوں سے تعلقات قائم ہوئے۔ اشاعتی اداروں خصوصاً رسالوں سے اُن کا رابطہ ہوا۔ ''آیاتِ وجدانی'' اور ''ترانہ'' کی طباعت کی سبیل پیدا ہوئی۔ ''نیرنگِ خیال''، ''عالم گیر'' اور ''شباب اردو'' اور دیگر اہم رسائل میں وہ چھپنے لگے اور اس طرح اُنھیں ہندوستان گیر شہرت حاصل ہوئی۔ اختر شیرانی اُن کے بڑے قدردان تھے۔ اُنھوں نے اپنا رسالہ ''بہارستان'' ۱۹۲۶ء میں جاری کیا۔ مئی سے اکتوبر تک کے تقریباً ہر شمارے میں اُن کی غزلیں شائع ہوئیں۔ لاہور کے جن ادیبوں سے اُن کے خصوصی مراسم تھے اُن میں بقول بلند اقبال بیگم، عبداللطیف تپش، ڈاکٹر محمد دین تاثیر، خواجہ دل محمد وغیرہ شامل تھے۔"[☆] ان کے علاوہ عابد علی عابد اور صوفی غلام مصطفیٰ تبسم سے بھی تعلقات قائم ہوئے۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ دوارکا داس شعلہ اور مالک رام سے مراسم کا آغاز ہوا۔ یہ دونوں یگانہ کے محسنوں میں تھے کہ اوّل الذکر نے تمام عمر اور ثانی الذکر نے آخری زمانے میں اُن کی مسلسل مالی مدد کی اور آڑے وقت میں کام آئے۔

لاہور میں قیام کے دوران یگانہ علامہ اقبال سے بھی ملتے رہے۔ ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی ۱۹۲۶ء میں لاہور کی ادبی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''علامہ اقبال کے دولت کدے پر بھی گاہے گاہے جگر، اصغر، یاسؔ اور سیماب جمع ہوتے تھے۔''[☆۱۲]

یگانہ اُس زمانے میں اقبال کے خلاف نہیں تھے۔ ''آیاتِ وجدانی'' طبع اول (۱۹۲۷ء) میں اُنھوں نے اقبؔال کا نام بڑے ادب سے ''ڈاکٹر سر محمد اقبال بالقابہ'' لکھا ہے اور یہ بھی:

> ''ڈاکٹر اقبال نے فلسفۂ خودی کی جو تعلیم دی ہے، وہ محض نظری حیثیت رکھتی ہے، اس اعتبار سے اُن کی مثنوی اسرارِ خودی ہمارے علم و ادب کے لیے مایۂ ناز ہے...''[☆۱۳]

Scanned with CamScanner

اقبال بھی یگانہ کے قدر دان تھے خصوصاً اُن کی زبان دانی کے معترف تھے۔ ایک مرتبہ زبان کے کسی معاملے میں کسی نے رہنمائی چاہی تو اقبال نے جواب میں یاس اور عزیز لکھنوی کے پتے لکھے اور کہا کہ ان سے رہنمائی حاصل کی جائے۔[۱۳۴]

اردو مرکز سے یگانہ کی وابستگی ۱۹۲۷ء کے اوائل تک رہی۔ اس تعلق کے ختم ہونے کا سبب یہ ہے کہ میسرز عطر چند کپور نے مالی سرپرستی سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور اس ادارے کا قائم رہنا مشکل ہوگیا۔ لیکن عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ اصغر اور جگر سے یگانہ کا بگاڑ ہوگیا تھا جس کے نتیجے میں آخرالذکر کی اردو مرکز سے علاحدگی عمل میں آئی۔ خود یگانہ نے بھی ایک جگہ اس طرف اشارہ کیا ہے۔ ''آیاتِ وجدانی'' طبع اوّل میں فارسی غزل۔ گوش بر دیوارِ ما، پر تبصرہ کرتے ہوئے یگانہ اپنے ہم زاد مرزا مراد بیگ شیرازی کی زبان میں کہتے ہیں:

''اوّل کے تین اشعار میں غالباً اُن مکّار حاسدوں کی چشم نمائی کی گئی ہے جو یوپی سے لاہور آکر مرزا صاحب کے خلاف سازشیں کررہے تھے۔'' (ص ۱۰۵)

اردو مرکز سے علاحدگی کے بعد بھی یگانہ کچھ عرصے تک لاہور میں رہے۔ ایک صاحب تھے مولانا حفظ الرحمٰن منہاس۔ اُنھوں نے ''حفظ العلوم'' کے نام سے (اور اپنے نام کی رعایت سے بھی) ایک اُردو اِن سائی کلو پی ڈیا کی ترتیب کا کام شروع کر رکھا تھا۔ اُنھوں نے چنگڑ محلے (لاہور) میں اپنا ایک مکان یگانہ کو رہائش کے لیے دیا اور اُن سے اپنے ان سائی کلو پی ڈیا کے لیے کام لینے لگے۔ مرزا فہیم بیگ چغتائی بھی منہاس صاحب کے پاس ملازم تھے۔ اور شاید اُنھیں کے ایما پر یگانہ کو یہ کام ملا تھا۔ یگانہ ان سائی کلو پی ڈیا کا کام بھی کرتے رہے اور گاہے گاہے لکھنؤ بھی جاتے رہے۔ بہرحال جولائی ۱۹۲۷ء تک لاہور میں اُن کا قیام یقینی ہے کیونکہ اس مہینے کے رسالہ ''نیرنگِ خیال'' میں ''آیاتِ وجدانی'' پر جو تبصرہ شائع ہوا ہے، اُس میں کتاب ملنے کے دو پتے چھپے ہیں۔ ایک تو ناشر کا پتا ہے اور دوسرا یگانہ کی قیام گاہ کا۔ مکان کا پتا

کتاب پر نہیں چھپا لہٰذا تبصرے میں یہ پتا لازماً یگانہ نے خود چھپوایا ہوگا۔ یگانہ کے قیام لاہور کا ایک اہم واقعہ یہ بھی ہے کہ اُن کی دوسری بیٹی مریم جہاں ۲۴ر جولائی ۱۹۲۶ء کو یہیں پیدا ہوئی۔

(۷)

گمانِ غالب ہے کہ ۱۹۲۷ء کے آخر میں یگانہ حیدرآباد دکن چلے گئے۔ حیدرآباد کے ایک شاعر مرزا محمد بہادر یاور کے دیوان ''جذباتِ یاور'' پر یگانہ نے تقریظ لکھی ہے۔ اِس کے آخر میں تاریخ ۲۵ر جنوری ۱۹۲۸ء درج ہے۔ اس تقریظ میں یگانہ نے لکھا ہے:

> ''خاکسار نے سفر کی رواروی میں جنابِ موصوف کے دیوان کا جستہ جستہ مطالعہ کیا...''☆[۱۵]

ظاہر ہے یہ تقریظ یگانہ نے حیدرآباد ہی میں لکھی ہوگی جہاں وہ ''سفر کی رواروی'' میں تھے۔ یعنی تازہ وارد تھے۔

نثار احمد مزاج (جو بعد میں نواب نثار یار جنگ ہوئے) اُس وقت رائچور کے اوّل تعلقدار تھے۔ اُن کی سفارش پر محکمۂ رجسٹریشن کے ناظم بشیر یار جنگ☆[۱۶] نے اُنھیں عثمان آباد میں اپنے محکمے میں نقل نویس مقرر کردیا۔ ۱۸ر خورداد ۱۳۳۷ ف [= یکم ذی قعدہ ۱۳۴۶ھ = ۲۲ر اپریل ۱۹۲۸ء] سے چار پانچ روز پہلے یگانہ عثمان آباد پہنچے۔☆[۱۷] نقل نویسی کی خدمت باقاعدہ ملازمت نہیں تھی، کام کے مطابق اُجرت ملتی تھی۔ اوسط آمدنی ۲۵۔ ۳۰ روپے ماہ وار تھی۔ کبھی کبھی زیادہ بھی ہوجاتی تھی۔ یکم مئی ۱۹۲۹ء کو دوارکا داس شعلہ کو لکھتے ہیں کہ اِس مہینے دو سو روپے کی آمدنی ہوئی۔☆[۱۸]

۱۹۳۱ء میں کسی وقت یگانہ محکمۂ رجسٹریشن میں باقاعدہ ملازم ہوگئے۔ یہ جگہ سب رجسٹرار کی تھی۔ ایک زمانے میں یہ عہدہ اُن کے نام کا لازمی حصہ بن گیا تھا۔ جب بھی کسی رسالے میں اُن کی غزل یا مضمون چھپتا تھا، نام کے ساتھ یہ عہدہ ضرور لکھا جاتا تھا۔ یہ ایک معمولی عہدہ تھا جس کی تنخواہ آغاز میں چالیس روپے اور ۱۹۳۹ء

میں پچھتر روپے تھی۔[۱۹]

عثمان آباد میں یگانہ ۱۹۳۳ء تک رہے۔ پھر اُن کا تبادلہ لاتور ہوگیا جہاں ۱۹۳۷ء تک اُن کا قیام رہا۔ ۱۹۳۸ء میں سیلو چلے گئے۔ ۴۲-۱۹۴۱ء میں وہ یادگیر میں تھے۔ ۱۹۴۲ء میں وہ ۵۵ برس کی عمر میں ریٹائر ہوگئے۔ (اپنے بیان کردہ سالِ پیدائش کے لحاظ سے اُنھیں ۱۹۳۹ء میں ریٹائر ہونا چاہیے تھا۔ لیکن ۱۹۴۲ء میں ریٹائر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اُنھوں نے سرکاری کاغذات میں عمر تین سال کم لکھوائی ہوگی)۔

ریٹائرمنٹ کے بعد اُن کی پنشن پندرہ روپے ماہوار مقرر ہوئی۔[۲۰] ظاہر ہے اتنی حقیر رقم میں گھر نہیں چل سکتا تھا۔ معقول آمدنی کا کوئی ذریعہ ہونا ضروری تھا۔ لہٰذا روزگار کی تلاش میں یگانہ نے ایک مرتبہ پھر حیدرآباد دکن کا رُخ کیا۔ توقع تھی کہ یہاں کسی معقول ذریعۂ آمدنی کا انتظام ہوجائے گا مگر کئی برس امید و بیم کی کشمکش میں گزر گئے۔ ۱۹۴۳ء سے ۱۹۴۹ء کے آخر تک کے زمانے کا بڑا حصّہ اُنھوں نے حیدرآباد میں گزارا۔ چونکہ اہل و عیال لکھنؤ میں تھے، اِس لیے وہاں آتے جاتے رہے۔

۱۹۴۶ء میں وسط اپریل سے وسطِ مئی تک یگانہ بمبئی میں رہے۔ وہاں ذوالفقار علی بخاری سے کہہ کر اپنے بڑے بیٹے آغا جان کو ریڈیو میں ملازمت دلوائی اور ''گنجینہ'' کا مسودہ تیار کرکے سجاد ظہیر کو دیا تاکہ اسے کمیونسٹ پارٹی کے قومی دارالاشاعت سے چھاپا جاسکے۔ بمبئی سے وہ واپس حیدرآباد آئے۔ یہاں وہ اکتوبر کے آخر تک رہے۔ اِس دوران ''آیاتِ وجدانی'' کا تیسرا ایڈیشن شائع ہوا جس کی طباعت کا کام ۱۹۴۵ء سے ہورہا تھا۔ یگانہ اکتوبر (۱۹۴۶ء) کے آخر تک حیدرآباد میں رہے اور پھر لکھنؤ چلے گئے۔

یگانہ کے بار بار حیدرآباد آنے سے خیال ہوتا ہے کہ اس میں اُن کا کوئی مالی مفاد ضرور ہوگا۔ ۸/جون ۱۹۴۹ء کے خط میں لکھنؤ سے شعلہ کے نام لکھتے ہیں:

> ''بھئی اب تو میں پھر واپس [حیدرآباد] چلا، اگرچہ ہاتھ پاؤں کمزور ہوچکے ہیں۔ بات یہ ہے کہ تمھاری والدہ پر بہت

Scanned with CamScanner

گزر رہی ہیں۔ میری پنشن وہی پندرہ روپے۔ لڑکے
[پاکستان میں] نوکر تو ہیں مگر افسوس کی بات ہے کہ بہت کم توجہ
کرتے ہیں۔

میرے واپس [حیدرآباد] جانے کا بڑا سبب یہ ہے کہ کرایہ
مکان دو سال -/۲۴۰ روپے کا سخت تقاضا ہو رہا ہے۔ ۲۱ر جولائی
تک مہلت مانگی ہے۔ جا تو رہا ہوں لیکن یہ نہیں معلوم کہ وہاں
یہ رقم کیوں کر فراہم کرسکوں گا۔ حالات بالکل بدل گئے ہیں۔ غالباً
۱۵ر جون تک روانہ ہو جاؤں گا۔" [۲۱]

حیدرآباد میں یگانہ کو کسی نہ کسی طرح تھوڑی بہت مالی آسودگی حاصل ہو جاتی
ہوگی مگر مجموعی طور پر صورتِ حال نہایت مایوس کن رہی۔ مالک رام کے نام ۱۶ر جولائی
۱۹۴۶ء کے خط میں لکھتے ہیں:

"حیدرآباد میں بعض بعض حکام سے مجھ سے بھی شناسائی
ہے۔ مگر یہ لوگ بس تھوڑی بہت میری شاعری ہی کی تعریف کر دیا
کرتے ہیں۔ کسی کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ اس بات پر غور کرتا کہ
یگانہ آخر زندہ کیوں کر ہیں۔ حالاں کہ توجہ کرتے تو کوئی نہ کوئی
وظیفہ یا مدد معاش کی صورت پیدا ہو سکتی تھی۔" [۲۲]

اسی طرح ۳ر دسمبر ۱۹۴۶ء کو شعلہ کے نام کے خط میں لکھتے ہیں!

حیدرآباد میں چار سال کی مسلسل کوششوں کے باوجود کچھ بن
نہ پڑا۔ مدد معاش کی کوئی صورت نہ نکلی۔ خالی ہاتھ آیا۔ اِک
شاعر اور مجھ ایسے شاعر کے حصے میں روایاتی ناکامی کے سوا اور کیا
آسکتا۔" [۲۳]

حیدرآباد میں روزگار کی اُمید میں یگانہ نے جو سات برس گزارے، وہ
دربدری کے عالم میں گزرے۔ کبھی نواب شہید یار جنگ کے مکان کے سرونٹس کوارٹر

میں قیام رہا، کبھی غلام پنجتن کے ہاں، کبھی علی اختر حیدرآبادی کے ہاں اور کبھی سرکاری مسافر خانے میں۔ جن لوگوں سے اُمیدیں وابستہ تھیں اور پھر مایوسی ہوئی، اُن کے حوالے سے شعروں میں دل کا غبار نکال لینے کے سوا کچھ نہ کر سکے۔ مثلاً شہید یار جنگ لمبے تڑنگے آدمی تھے۔ حیدرآباد میں قیام کے دوران ایک غزل لکھی، اُس کا ایک شعر ہے:

قد ہوا اتنا بڑا تو کیا ہوا

جب کوئی مشکل پڑی لمبا پڑا

یہ غزل پہلی مرتبہ رسالہ ''عالمگیر'' لاہور[☆۲۴] میں شائع ہوئی تو اِس شعر پر یہ حاشیہ لکھا:

''نو فٹے نواب اتنے لمبے تڑنگے مگر...''

یگانہ کی ایک پرانی غزل کا شعر ہے:

کس سادگی سے میں نے بڑھایا تھا دستِ شوق

ہتھے سے بدمزاج یکایک اکھڑ گیا

اس پر حیدرآباد میں بیٹھ کر یہ حاشیہ لکھا:

''اچھا تخلص ہے بدمزاج۔ شاعر بننے کا اتنا شوق ہوا! کون کہتا ہے تخلص بھی نیا ملتا نہیں۔''[☆۲۵]

''بدمزاج'' کا اشارہ نواب نثار جنگ مزاج کی طرف ہے۔ یگانہ کو محکمۂ رجسٹریشن میں ملازمت انھیں کی سفارش پر ملی تھی۔ مگر ریٹائرمنٹ کے بعد شاید یہ کام نہ آئے اور ممکن ہے کسی موقع پر یگانہ سے بدمزاجی کا مظاہرہ کیا ہو۔

ریٹائرمنٹ کے بعد حیدرآباد میں جو زمانہ گزرا، اُس میں کچھ نئے لوگوں سے میل ملاقات کی صورت پیدا ہوئی جیسے علی اختر حیدآبادی، علامہ رشید ترابی، زیبا ردولوی وغیرہ۔ پرانے جاننے والوں میں فانی اور نجم آفندی سے تجدید ملاقات ہوئی۔ ضیاء الحسن موسوی، نجم آفندی کے ذکر میں لکھتے ہیں:

''شام کو حکیم محمد عباس صاحب سرسوی کے گھر واقع دارالشفا

کی محفلوں میں حصّہ لیتے تھے جہاں نواب شہید یار جنگ، سیّد علی رضا صاحب، سیّد علی بن کاظم صاحب، زیبا ردولوی، یگانہ چنگیزی، مہذب لکھنوی، غرض مختلف مہمان اور مقامی اہلِ کمال ادیب اور شاعر جمع ہوتے اور ہر قسم کی پرتکلف اور بے تکلف نشستیں ہوا کرتیں۔۔۔"[26]

(۸)

حیدرآباد سے واپس لکھنؤ آکر مارچ ۱۹۵۰ء میں یگانہ نے اپنی بیٹی عامرہ بیگم کی شادی کی۔ وہ بہت خوش تھے لیکن یہ خوشی بیٹی کی شادی کی تھی، مالی حالات کی خرابی بدستور تھی۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ اُن کی زندگی کے آخری پانچ سال (۱۹۵۱ء تا وفات) نہایت کس مپرسی کے عالم میں گزرے۔ گوناگوں عوارض نے جن میں دمہ سر فہرست تھا، اُن کی زندگی اجیرن کردی تھی۔ برائے نام پنشن کیا ساتھ دیتی، البتہ جوش ملیح آبادی کی کوششوں سے حکومت ہند نے سو روپے ماہوار وظیفہ مقرر کردیا، جس سے قدرے اشک شوئی ہوگئی۔

۱۹۵۱ء میں پریشانیوں میں ایک اور کا اضافہ ہوا اور وہ تھی کرب ناک تنہائی۔ دونوں بیٹے اور بڑی بیٹی پاکستان جاچکے تھے۔ باقی دونوں بیٹیاں اپنے اپنے گھروں میں تھیں۔ ۲۳ر جولائی ۱۹۵۱ء کو بیگم یگانہ بھی پاکستان چلی گئیں۔ یگانہ اس تنہائی کی تاب نہ لاسکے اور ۲۸ر اگست ۱۹۵۱ء کو وہ خود بھی پاکستان جاپہنچے۔[27] کچھ دنوں کراچی میں رہے اور پھر بڑے بیٹے آغا جان سے ملنے پشاور گئے (جو ریڈیو پاکستان پشاور میں کام کرتے تھے) اور پھر چھوٹے بیٹے مرزا حیدر بیگ سے ملنے کاکول گئے (جو ملٹری اکیڈمی کاکول میں لیبارٹری اسسٹنٹ تھے)۔ وہیں فیصلہ کیا کہ لاہور کے راستے ہندوستان واپس چلے جائیں۔ لیکن جب وہ لاہور پہنچے تو انھیں گرفتار کرلیا گیا کیونکہ انھیں پاکستان آنے کا جو پرمٹ ملا تھا وہ صرف کراچی کے لیے تھا۔ انھیں کراچی ہی سے کھوکھراپار کے راستے ہندوستان جانا چاہیے تھا۔ لاہور میں ان کی موجودگی غیر قانونی

تھی۔ یگانہ ۲۱؍روز جیل میں رہے۔☆۲۸ اس کے بعد ۲؍دسمبر ۱۹۵۱ء کو انھیں عدالت میں پیش کیا گیا۔ جرم ثابت ہونے پر انھیں قید تا برخاستِ عدالت کی سزا ہوئی۔☆۲۹

رہائی کے بعد یگانہ لاہور سے کراچی واپس آگئے۔ اس دوران پرمٹ کی میعاد ختم ہوچکی تھی۔ اُس زمانے کے قانون کے مطابق ہندوستانی شہریوں کا پرمٹ کی میعاد ختم ہونے سے پہلے ہندوستان واپس جانا ضروری تھا، ورنہ اُن کی ہندوستانی شہریت ختم ہوجاتی تھی۔ اب یہ نئی صورت حال بے حد پریشان کُن تھی۔ یگانہ اپنے وطن واپس جانا چاہتے تھے لیکن وہ اب اپنے وطن کی شہریت گنوا چکے تھے۔ انھوں نے واپسی کے لیے تگ و دو شروع کی۔ ہندوستانی ہائی کمیشن کے ایک ہمدرد پرمٹ آفیسر کے ذریعے یگانہ نے ہندوستان واپسی کا اجازت نامہ منگوایا اور بعد از خرابیِ بسیار ۱۷؍اپریل ۱۹۵۲ء کو بذریعہ ہوائی جہاز دہلی پہنچے۔ وہاں ایک روز ٹھہرنے کے بعد ۱۹؍اپریل کو لکھنؤ پہنچ گئے۔☆۳۰

پاکستان میں تقریباً سات ماہ کے قیام نے اُن کی صحت کو بے حد نقصان پہنچایا۔ مکتوب مورخہ ۱۹؍مئی ۱۹۵۲ء بنام مالک رام میں لکھتے ہیں:

> ''۲۷؍اپریل سے بخار آنے لگا۔ ڈاکٹر کا علاج شروع کیا۔ بخار تو خیر جاتا رہا مگر کھانسی اور تنفس کا جو مرض ہے، جو سات مہینے تک پاکستان میں اور زور پکڑتا گیا، اُس میں کوئی افاقہ محسوس نہیں ہوتا۔ سینہ نہایت کمزور، ٹانگوں میں معلوم ہوتا ہے دم نہیں رہا... میں اب تک اپنے متعلق کوئی رائے قائم نہیں کرسکتا کہ کیا ہونے والا ہے۔ بہرحال تنہا ہوں، آس پاس کوئی نہیں مگر خوشی سے مرنے کے لیے تیار ہوں۔ بن پڑے تو کچھ خرچ کے لیے بھی بھیج دیجیے...''☆۳۱

بیماری، تنہائی اور مالی پریشانیوں نے یگانہ کی انا اور کج کلاہی کو بھی ختم کردیا۔ مالک رام کے سامنے وہ دستِ سوال اس طرح دراز کرتے ہیں جیسے یہ کوئی خاص بات نہ ہو!

۱۹۵۳ء آیا تو یہ یگانہ کی زندگی کا بدترین سال تھا۔ بڑھاپے، تنہائی اور مسلسل بیماری نے یگانہ کی ذہنی صحت کو بھی متاثر کیا۔ اسی متزلزل ذہنی کیفیت میں اُنھوں نے کچھ قابلِ اعتراض رباعیاں لکھیں اور مختلف اخبارات کو بھیج دیں۔ ایک ہفتہ وار اخبار نے یگانہ کی قابلِ اعتراض رباعیاں جزواً شائع کردیں اور سخت مذمتی اداریہ لکھا۔ ایک روزنامے نے اس معاملے کو اُچھالا جس کا نہایت افسوس ناک نتیجہ نکلا۔ ۷۰ سالہ بوڑھے اور بیمار شخص کو جس ذہنی حالت بھی درست نہیں تھی، سرِ بازار رسوا کیا گیا۔ پولیس کی مداخلت سے جان بچ گئی ورنہ رسوا کرنے والوں نے معاملے کو آخری حد تک پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

مصیبت پر مصیبت یہ آئی کہ یگانہ لکھنؤ کے جس مکان (سلطان بہادر روڈ، منصور نگر) میں سولہ برسوں سے قیام پذیر تھے، اُسے اہلِ محلّہ کے خراب رویے کی وجہ سے چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ ۲ر جولائی ۱۹۵۳ء کو وہ مکان کو مقفل کرکے اپنے ہم زلف نثار حسین کے مکان (واقع شاہ گنج) میں منتقل ہوگئے۔ ۱۲ر جولائی کو اہلِ محلّہ نے تالا توڑ کر یگانہ کے مکان پر قبضہ کرلیا اور تمام سامان لوٹ لیا۔ اِس سامان میں یگانہ کی کتابیں اور مسوّدات بھی تھے۔☆۳۲

بیگم یگانہ پاکستان میں تھیں۔ یگانہ چاہتے تھے کہ وہ لکھنؤ واپس آجائیں۔ ۴ر اپریل ۱۹۵۳ء کو وہ لکھنؤ واپس آئیں۔ اُس وقت تک وہ ہندوستانی قومیت ترک کرکے پاکستانی شہری بن چکی تھیں۔ اِس حیثیت میں وہ ہندوستان میں بلا روک ٹوک مستقل طور پر قیام نہیں کرسکتی تھیں۔ قیام کی اجازت ایک محدود عرصے کے لیے ہوتی تھی جس میں توسیع کی ضرورت رہتی تھی۔ یہ سال اور اگلا پورا سال (۱۹۵۴ء) اِنھیں پریشانیوں میں گزرا۔ یگانہ کی صحت بھی خراب سے خراب تر ہوتی گئی۔

۱۹۵۵ء کا آغاز نئی پریشانیوں سے ہوا۔ ۱۳ر مارچ ۱۹۵۵ء کو یگانہ شعلہ کے نام خط میں لکھتے ہیں:

”جلد آؤ اور آکر دیکھو کہ میں جسمانی آزمائشوں کے علاوہ

رہائش اور اپنے حالات کے اعتبار سے کیا کیا امتحان دے رہا ہوں اور بحمداللہ اب تک ثابت قدم ہوں۔ کتنا خوف ناک مستقبل ہے۔"☆۳۳

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ بیگم یگانہ کا رویہ تبدیل ہوگیا اور اُن کا سلوک یگانہ کے لیے ناقابلِ برداشت ہوگیا۔ یہ درد ناک داستان یگانہ ہی کی زبان سے سُننے کے لائق ہے۔ اپنے بڑے بیٹے آغا جان کے نام ۲۲رستمبر ۱۹۵۵ء کے خط میں لکھتے ہیں:

تمھاری اماں جان نے مجھے اتنا عاجز کیا کہ میں تنگ ہوکر پروفیسر مسعود حسن صاحب کے باغ کے ایک حجرے میں آگے چھپّر ڈال کر ٹھہر گیا۔ ۱۵ر جون [۱۹۵۵ء] کو... آخرِ جولائی سے بارش کی شدت ہونے لگی۔ اور یہاں طبیعت کا یہ حال کہ دو قدم چل نہیں سکتا۔ پیٹ میں سانس نہیں سماتی۔ گھڑی گھڑی نڈھال ہوکر پلنگ پر کروٹیں بدلتا رہتا ہوں۔ ایک بڈھا نوکر مل گیا جو خبرگیری کرتا تھا۔ مگر جب کھانے پینے کے لیے باہر چلا جاتا تھا تو پھر میں اکیلا رہ جاتا، پھر خدا یاد آجاتا۔ آس پاس کوئی نہیں۔ جب حالت زیادہ خراب ہوگئی تو پھر میں یہیں پہلے مکان میں واپس آگیا... تمھاری اماں میری اِس چند روزہ زندگی سے اتنی بیزار ہیں کہ میرا ساتھ رہنا اُنھیں گوارا ہی نہیں۔ تم یہاں کیوں آئے، میرے ٹھکانے پر کیوں آئے، جب جانتے تھے کہ میں یہاں رہتی ہوں تو کیوں آئے... میں شہنشاہ حسین وکیل کے مکان میں... رہتا تھا، وہاں سے دو بار مجھے اکیلا چھوڑ کر چلی آئیں۔ خیر اب شہر میں سجاد حسین کی بیوی کراچی جانے لگیں تو تمھاری اماں بھی اُٹھ کھڑی ہوئیں اور ہمیشہ کے لیے مجھے تنہا چھوڑ گئیں... اِس سن میں ایسے مریض کو اِس طرح مارنا چاہا کہ پانی

دینے والا بھی نہ ہو۔ بار بار فرماتی تھیں کہ اب مزہ مل جائے گا تنہائی کا۔ نہایت کرب و ایذا میں ہوں...[۳۴☆]

یہ اُس بیوی کا رویّہ تھا جس کی محبت میں یگانہ زندگی بھر سرشار رہے اور جس کی مدح سرائی اُنھوں نے اپنی متعدد تحریروں میں کی ہے۔ خدا جانے ایسے کیا حالات ہوئے جو بیوی کا رویہ یکسر بدل گیا۔

یگانہ ۱۵ر جون سے ۹ر اگست ۱۹۵۵ء تک پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب کے گھر پر رہے۔ ۹ر ستمبر ۱۹۵۵ء کو شعلؔہ کے نام کے خط میں لکھتے ہیں:

''وہاں پروفیسر مسعود حسن کے باغ میں چھپّر ڈال کر ایک مہینہ چوبیس دن رہا مگر برسات کا زور بندھا تو پھر میں زمین پر نہ تھا، آب و گِل میں پڑا تھا اور مرض کی شدت نے اور زیادہ پریشان کیا۔ آخر مجبور ہوکر ۹ر اگست کو پھر یہاں چلا آیا۔ کیا کہوں صبح سے شام اور شام سے صبح کیوں کر ہوتی ہے۔ دن میں کئی بار حالت خراب ہوجاتی ہے۔ وہ تو چالیس برس کا ساتھ چھوڑ کر کراچی روانہ ہوگئیں... دن کو خیر ایک آدھ آدمی خبر گیری کر لیتے ہیں مگر ہر وقت کون خبر لے۔ حالت نازک ہوتی جارہی ہے...''[۳۵☆]

یگانہ کی حالت نازک سے نازک تر ہوتی گئی۔ ۱۹۵۶ء طلوع ہوا تو اُنھوں نے نئے سال کا پہلا اور زندگی کا آخری خط ۱۴ر جنوری کو آغا جان کے نام لکھا:

''جانِ پدر، سلامت رہو۔

پاؤں میں ورم آگیا گھٹنوں تک۔ موت کے سوا کوئی مسئلہ پیشِ نظر نہیں ہے۔ خدا حافظ۔ یگانہ۔''[۳۶☆]

لیکن موت مسئلہ نہیں تھی، یگانہ کو درپیش تمام مسائل کا حل تھی۔ سو وہ لمحہ بھی مذکورہ خط لکھنے کے صرف بیس دن بعد آ ہی گیا!

Scanned with CamScanner

راہی معصوم رضا نے سیّد مسعود حسن رضوی کے حوالے سے لکھا ہے:

''آخری رات آئی تو اُس وقت یگانہ کے ساتھ تین حضرات تھے۔ یہ لوگ رات کو ٹھہرنا چاہتے تھے مگر یگانہ نے اُنھیں رخصت کردیا۔ ہاں جانے سے پہلے اُن کی موجودگی میں کلمہ پڑھ کر اُنھوں نے سوال کیا۔ میں مسلمان ہوں؟ میں شیعہ ہوں؟ جب اِن تینوں حضرات نے اقرار کرلیا تب اُنھوں نے اُن لوگوں کو رخصت کر دیا۔''☆۳۷

یہ آخری رات ۳ و ۴ فروری ۱۹۵۶ء کی درمیانی رات تھی۔ ۴؍ فروری کو کربلائے منشی تفضّل حسین (وکٹوریا گنج) میں تدفین عمل میں آئی۔ ''جنازے میں بمشکل بارہ آدمی شریک تھے۔''☆۳۸

(۱۰)

یگانہ نے اپنی ایک بیاض (بیاض شمار:۲، مملوکۂ بلند اقبال بیگم) میں ''تفصیلِ ولادت'' کے عنوان کے تحت اپنے بچوں کی ولادت کے بارے میں مندرجۂ ذیل تفصیلات درج کی ہیں (ایک جگہ قلّابین میں عیسوی تاریخ راقم کا اضافہ ہے):

۱۔ بلند اقبال حُسن بانو۔ ۴/۵ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ مطابق ۳؍ اکتوبر ۱۹۱۶ء، وقت آٹھ بجے دن، یوم سہ شنبہ، مقام جھوائی ٹولہ، لکھنؤ۔

۲۔ آغا جان۔ ۲۳؍ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۰ء، یوم دو شنبہ، ۹ بجے شب، مقام باغ قاضی، لکھنؤ۔

۳۔ اُمِ صغریٰ۔ یکم فروری ۱۹۲۴ء مطابق ۱۳۴۲ھ، یوم جمعہ، وقت صبح، مقام شاہ گنج، لکھنؤ۔ وفات یکم محرم ۱۳۴۸ھ [مطابق ۹؍ جون ۱۹۲۹ء] شاہ گنج، لکھنؤ۔

۴۔ مریم جہاں۔ ۱۳؍ محرم ۱۳۴۴ھ مطابق ۲۴؍ جولائی ۲۶ء، یوم شنبہ، دو بجے دن، لاہور۔

۵۔ حیدر بیگ۔ شبِ یک شنبہ، ۱۷؍ ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۷؍ مئی ۱۹۳۰ء، عثمان آباد۔

۶۔ عامرہ بیگم۔ یوم سہ شنبہ پونے پانچ بجے صبح، ۱۴؍ محرم ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۷؍ جون ۱۹۳۱ء، مطابق ۲؍ تیر ۴۰ ف، الٰہی مقام، عثمان آباد۔

ایک بچہ آغا شکوہ نامی، بلند اقبال حُسن بانو سے پہلے پیدا ہوا تھا، بروایت بلند اقبال، وہ ۱۵۔ ۲۰ دن کا ہوکر رحلت پا گیا۔ یگانہ نے اپنی اولاد کی مذکورہ فہرست میں اُسے شامل نہیں کیا۔ لیکن آیاتِ وجدانی طبع اول وطبع سوم میں جو خاندانی شجرے دیے ہیں، اُن میں آغا شکوہ کا نام شامل ہے۔

بلند اقبال بیگم، یگانہ کی بڑی بیٹی ہیں۔ بقولِ خود اُن کا نام حُسن بانو اور عرفیت بلند اقبال ہے۔ وہ ادبی حلقوں میں اپنے مضمون ''بھائی ابا'' کے حوالے سے اچھی طرح پہچانی جاتی ہیں۔ یہ یگانہ کا بہترین شخصی خاکہ ہے۔ اس مضمون پر انھوں نے اپنا نام ''بلند اقبال بیگم'' لکھا ہے۔ اُن کی شادی شہریار مرزا چغتائی سے ہوئی تھی اور وہ قیامِ پاکستان کے کچھ عرصے بعد اپنے خاندان کے ساتھ کراچی آگئی تھیں۔ پاکستان ایئرفورس کے ایئر مارشل پرویز اقبال مرزا انھیں کے بیٹے ہیں۔ بلند اقبال بیگم کی وفات مارچ ۲۰۰۰ء میں کراچی میں ہوئی۔

بلند اقبال بیگم کے بعد آغا جان تھے۔ یگانہ نے مذکورہ بیاض میں آغا جان کی پیدائش کی ہجری تاریخ بقید تاریخ و ماہ و سنہ مکمل لکھی ہے لیکن عیسوی صرف سنہ (۱۹۲۰ء) لکھا ہے۔ یہ سنہِ عیسوی، سنہ ہجری سے مطابقت نہیں رکھتا۔ ہجری تاریخ کی مطابقت ۲۸؍ اگست ۱۹۲۱ء سے ہوتی ہے۔ اور یہی درست ہے کیونکہ بقول بلند اقبال بیگم، آغا جان اُن سے پانچ سال چھوٹے تھے۔ آغا جان آل انڈیا ریڈیو اور پھر ریڈیو پاکستان سے بطور براڈ کاسٹر (اناؤنسر) وابستہ رہے۔ جولائی ۱۹۸۵ء میں ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔ بعد میں بھی ۱۹۸۹ء تک ریڈیو پاکستان سے کسی نہ کسی طرح کی وابستگی رہی۔ طویل علالت کے بعد یکم مئی ۱۹۹۰ء کو کراچی میں انتقال ہوا۔ اُنھیں علمی و ادبی ذوق ورثے میں ملا تھا۔ خصوصاً زبان وقواعدِ زبان کے مسائل پر گہری نظر تھی۔ اُن کے متعدد مضامین رسائل میں شائع ہوئے ہیں جو زیادہ تر زبان وقواعد سے متعلق ہیں۔

Scanned with CamScanner

اِمِ صغریٰ پانچ برس کی تھی کہ لکھنؤ میں اُس کا انتقال ہوگیا۔ یگانہ اُس وقت عثمان آباد میں تھے۔ یگانہ کو اِس بچی کی موت کا قلق ساری زندگی رہا۔ اُنھوں نے اُس کی یاد میں غزل کے چند شعر (آیاتِ وجدانی، طبع سوم، غزل : ۵۴) اور ایک رباعی (غیر مدوّن کلام، رباعی : ۳۳) لکھی ہے۔

مریم جہاں کی شادی ابنِ علی سے ہوئی۔ یہ اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ پونے میں مقیم ہیں۔

مرزا حیدر بیگ یگانہ کے دوسرے بیٹے ہیں۔ یہ ۱۹۴۹ء میں پاکستان آگئے تھے۔ اب ایک عرصے سے کنیڈا میں مقیم ہیں۔

عامرہ بیگم سب سے چھوٹی بیٹی ہیں۔ ان کی شادی اپنے ماموں زاد مرزا محمد عالم سے ہوئی تھی۔ یہ بھی پاکستان آگئی تھیں۔

(۱۱)

یگانہ نے عجیب طبیعت پائی تھی۔ اُنھیں اہلِ زبان ہونے پر اصرار تھا اور اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ وہ اہلِ زبان تھے، لیکن اس پر بھی اصرار تھا کہ اُنھیں لکھنوی سمجھا جائے۔ پہلے وہ اپنے نام کے ساتھ صرف ''عظیم آبادی'' لکھا کرتے تھے۔ پھر اِس کے ساتھ لکھنوی بھی لکھنے لگے اور آگے چل کر صرف لکھنوی رہ گئے۔ (آیاتِ وجدانی، طبع اوّل کے سرورق پر ''میرزا یگانہ لکھنوی'' ہی لکھا ہے)۔ لکھنؤ میں ایک طویل عرصے تک قیام کے بعد اُنھیں لکھنوی کہلانے کا حق حاصل تھا، مگر اُن کا عظیم آبادی ہونے سے انکار کرنا، ایک سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے۔ عظیم آبادی ہونے سے اپنی برأت کا اظہار اُنھوں نے ۱۸۔ ۱۹۱۷ء ہی میں کردیا تھا جب اُنھوں نے اپنی خودنوشت لکھی تھی۔ لکھتے ہیں:

> ''جن لوگوں کو مجھ سے بات چیت کا اتفاق ہوا ہے، وہ کیا فرما سکتے ہیں کہ میرے لب و لہجہ اور میری گفتگو میں اور اہلِ زبان کی بول چال میں کوئی فرق ہے۔ آج تیرہ برس سے لکھنؤ

Scanned with CamScanner

میں رہتا ہوں اور میرے ساتھ عظیم آباد کا کوئی شخص بھی لکھنؤ نہیں آیا۔ مجھے تو جن لوگوں سے معاشرت ہے، وہ یا تو میرے اعزہ ہیں جو شرفائے لکھنؤ میں سے ہیں یا میرے احباب جو شعرائے لکھنؤ میں ہیں۔ مجھے تو اب عظیم آباد کا کوئی محاورہ بھی یاد نہیں رہا۔''☆۳۹

اپنے وطن اور وہاں کی زبان سے برأت کا یہ اظہار احساسِ کمتری کا غماز ہے۔ اہلِ زبان ہونے کا دعویٰ عظیم آبادی ہوتے ہوئے بھی کیا جاسکتا تھا۔ یگانہ جیسے لوگ کسی خطّے سے بھی تعلق رکھیں، اُن کی قدر و قیمت اُن کی اپنی ذات سے ہوتی ہے۔ کسی مخصوص خطّے سے تعلق ہونا نہ ہونا، کوئی معنی نہیں رکھتا۔

(۱۲)

جس طرح شعرائے لکھنؤ کی مخالفت نے یگانہ کو ''عظیم آبادی'' سے ''لکھنوی'' بنا دیا، کچھ اسی قسم کا معاملہ تخلّص کے ساتھ بھی پیش آیا۔ پہلے ''یاس'' تھے، پھر ''یاس یگانہ'' ہوئے اور آخر میں صرف ''یگانہ'' رہ گئے۔ یگانہ کے ہم زاد مرزا مراد بیگ شیرازی لکھتے ہیں:

''پہلے یاس تخلّص کرتے تھے مگر بعد میں شعرائے لکھنؤ کی لاگ یگانہ تخلّص کرنے کا باعث ہوئی۔''☆۴۰

مرزا مراد بیگ شیرازی یہ بھی بتاتے ہیں کہ ۱۹۲۰ء میں یگانہ نے مشہور ''قطعۂ فخریہ'' لکھ کر اخبار ''ہمدم'' لکھنؤ میں چھپوایا تو شعرائے لکھنؤ چراغ پا ہوگئے۔ یگانہ نے اُنھیں مزید جلانے کے لیے قطعے میں اِس شعر کا اضافہ کردیا:

لکھنؤ کے فیض سے دو دو ہیں سہرے میرے سر
اک تو استادِ یگانہ دوسرے داماد ہوں

''یاس کے ساتھ یگانہ تخلّص کرنے کی بنیاد یہیں سے پڑتی ہے۔''☆۴۱ گویا ۲۱-۱۹۲۰ء میں تخلّص کی تبدیلی عمل میں آئی۔ لیکن اسے ''تبدیلی'' نہیں ''اضافہ'' کہنا چاہیے

Scanned with CamScanner

کیوں کہ دونوں تخلص ایک وقت استعمال ہوتے رہے۔ جنوری ۱۹۲۵ء میں مارہرہ سے رسالہ ''صحیفہ'' شائع کیا تو اُس پر ''یاس یگانہ لکھنوی عظیم آبادی'' ہی لکھا تھا۔ لیکن ۱۹۲۷ء (سالِ اشاعت ''آیاتِ وجدانی'' طبع اول) میں یاسؔ تخلص بالکل ترک کردیا۔ آخر آخر میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ کوئی انھیں ''یاس'' لکھتا تھا تو پسند نہیں کرتے تھے۔ من موہن تلخ کے نام کے ایک خط میں یاسؔ لکھنے سے منع کیا ہے۔☆۴۲

(۱۳)

یگانہ کو اپنے نام کے ساتھ طرح طرح کے سابقے اور لاحقے استعمال کرنے کا بے حد شوق تھا۔ کبھی وہ امام الغزل بن جاتے، کبھی خداوندِ معانی اور کبھی ابوالمعانی۔ اپنے آپ کو مجاہد العصر اور غالب جنگ بھی کہتے تھے۔ لیکن ''ابوالمعانی'' اور ''امام الغزل'' پسندیدہ القابات تھے۔ ''ابوالمعانی'' وہ ۱۹۲۳ء میں بن گئے تھے جب رسالہ ''صلائے عام'' دہلی کے اپریل ۱۹۲۳ء کے شمارے میں اُن کا ایک مراسلہ شائع ہوا تھا۔ ''غالب شکن'' کی دونوں اشاعتوں میں اُن کے نام سے پہلے ''امام الغزل'' لکھا ہے۔ ۱۹۵۱ء میں جب اُنھوں نے ''گنجینہ'' (قلمی) کا مسودہ تیار کیا تو اُس کے سرورق پر اپنے قلم سے اپنے نام سے پہلے یہی لقب لکھا۔ اس مسودے میں شامل ایک غزل کا مقطع ہے:

یگانہؔ بنے یا امام الغزل
وہ جو کچھ بنے، بنتے بنتے بنے

نام کے ساتھ ''چنگیزی'' کا اضافہ پہلی مرتبہ ۱۹۳۲ء میں نظر آتا ہے۔☆۴۳ پھر ۱۹۳۳ء میں ''ترانہ'' کے سرورق پر وہ ''چنگیزی'' بن کر سامنے آئے۔ ''ترانہ'' کا انتساب بھی چنگیز خاں کے نام ہے جسے یگانہؔ ''پیغمبر قہر و عذاب'' اور ''شہنشاہِ بنی آدم'' سمجھتے تھے۔ دراصل چنگیز خاں سے عقیدت اور وابستگی کا یہ اظہار حریفوں کو دہلانے کا ایک حربہ تھا۔ اِس سلسلے میں ایک مرتبہ یگانہؔ نے یہ دلچسپ بات کہی تھی:

''جس طرح چنگیز نے اپنی تلوار سے دنیا کا صفایا کردیا تھا،
اُسی طرح جب سے میں نے غالب پرستوں کا صفایا کرنے کا
تہیہ کیا ہے، یہ لقب اختیار کرلیا ہے۔''☆۴۴

Scanned with CamScanner

(۱۴)

یگانہ مشاعروں کے بے حد شائق تھے۔ وہ نہ صرف لکھنؤ اور مضافاتِ لکھنؤ کے بلکہ دوسرے شہروں کے مشاعروں میں بھی کثرت سے شرکت کرتے تھے۔ اور بعض اوقات دور دراز کے سفر سے بھی اجتناب نہ کرتے تھے۔ یہ مشاعرے طرحی بھی ہوتے تھے اور غیر طرحی بھی۔ ''نشترِ یاس'' اور ''آیاتِ وجدانی'' (طبع اوّل) کی غزلوں کا بڑا حصہ مشاعروں کی طرحوں ہی میں طبع آزمائی کا نتیجہ ہے۔ حد تو یہ ہے کہ یگانہ کی بہترین غزلیں بھی مشاعروں کی طرحوں میں ہیں۔

اسی طرح رسائل میں بھی وہ کثرت سے شائع ہوتے تھے۔ کلام کے علاوہ بے شمار مضامین انھیں رسالوں کے ذریعے منظرِ عام پر آئے۔ برصغیر کے مختلف شہروں سے نکلنے والے رسائل سے یگانہ کا مستقل رابطہ تھا اور بعض رسائل کے تو تقریباً ہر شمارے میں لکھتے تھے۔ جیسے رسالہ ''نظارہ'' میرٹھ اور رسالہ ''جادو'' ہاپوڑ و میرٹھ۔

(۱۵)

کلیات میں ''مآخذ'' کے عنوان کے تحت یگانہ کی تصانیف کی مفصل سنہ وار فہرست دی جارہی ہے۔ یہاں بعض دوسرے امور کا ذکر کیا جاتا ہے۔

شاعری کے ساتھ مضمون نگاری کا شغل بھی زندگی بھر جاری رہا۔ یگانہ نے علمی و ادبی موضوعات پر خاصی تعداد میں مضامین لکھے ہیں۔ انگریزی کی بعض تحریروں کو اردو میں منتقل بھی کیا ہے۔ نیز انشائیہ نما تحریریں بھی خاصی تعداد میں ملتی ہیں۔ اپنے نام ہی سے نہیں، فرضی ناموں سے بھی یگانہ لکھتے رہتے تھے۔ اور یہ ضرورت عموماً اُس وقت پیش آتی تھی جب اُنھیں اپنی تعریف کرنا ہوتی تھی۔ یگانہ نے فرضی ناموں سے اپنی تعریف میں اتنا کچھ لکھا ہے کہ ''در مدحِ خود'' کے نام سے ایک اچھی خاصی کتاب تیار ہوسکتی ہے۔

یگانہ کے بعض علمی مضامین اپنی نوعیت کے اعتبار سے منفرد ہیں، خصوصاً وہ مضامین جو میر تقی میر اور عرفی کے مطبوعہ کلام کی تصحیح سے متعلق ہیں۔ زبان و قواعد کے

Scanned with CamScanner

مسائل پر بھی یگانہ نے بہت کچھ لکھا ہے۔ شعرائے بہار پر بھی کئی عمدہ تنقیدی و تحقیقی مضامین موجود ہیں۔ راقم الحروف نے اب تک یگانہ کے ایک سو سے زاید مضامین جمع کرلیے ہیں اور متعدد مضامین کی اشاعت کا سراغ مل چکا ہے مگر ابھی تک دستیاب نہیں ہوئے۔

یگانہ کی دو مستقبل تصانیف بھی غیر مطبوعہ ہیں۔ ایک تو خودنوشت ہے جس کا تفصیلی تعارف ''مآخذ'' کے تحت کرایا گیا ہے اور دوسری اقبال کے بارے میں ''غالب شکن'' جیسا کتابچہ ہے جس میں یگانہ نے اقبال سے متعلق اپنی چند تحریریں اور رباعیات یکجا کی ہیں مگر افسوس اِس کتابچے میں شایستگی ملحوظ نہیں رکھی گئی۔ خصوصاً رباعیات میں فحاشی کا عنصر اُنھیں بازاری اور عامیانہ بنا دیتا ہے۔ حدتو یہ ہے کہ کتابچے کا نام بھی فحاشی کا آئینہ دار ہے۔

یگانہ کے خطوط بھی خاصی تعداد میں دستیاب ہوئے ہیں۔ دوارکا داس شعلہ کے نام ۹۵ خط راقم الحروف نے ''تحقیقی ادب'':۲ میں شایع کردیے تھے۔ بہت سے خطوط مختلف کتابوں اور رسالوں میں ملتے ہیں اور ایک خاصی بڑی تعداد غیر مطبوعہ خطوط کی بھی ہے۔ راقم نے تقریباً تین سو مطبوعہ اور غیر مطبوعہ خطوط جمع کیے ہیں، مزید کی توقع ہے۔ یہ معلوم ہے کہ خطوط کہاں کہاں سے دستیاب ہوسکتے ہیں مگر ابھی اُن تک رسائی نہیں ہوئی۔

حواشی

۱۔ مضمون: ''مرزا یگانہ چنگیزی۔ میرا ذاتی تاثر'' از منور لکھنوی، ماہنامہ ''ہمایوں'' دہلی (ایڈیٹر: تاجور سامری) اپریل ۱۹۶۷ء، ص۲۴۳۔

۲۔ مراسلہ بہ عنوان: ''کارِ امروز (لکھنؤ کا ماہانہ ادبی رسالہ) پیغامِ عمل'' مورخہ ۴ر نومبر ۱۹۳۰ء، اصح المطابع، لکھنؤ۔ ص۲

۳۔ مضمون: ''بھائی ابا'' از بلند اقبال بیگم، کتابی سلسلہ ''تحقیقی ادب'' شمارہ ۲، کراچی ۱۹۸۰ء، ص ۳۹۷۔

۴۔ مضمون: ''مرزا یگانہ چنگیزی۔ میرا ذاتی تاثر'' محولۂ بالا، ص ۲۴۱

۵۔ ''فانی بدایونی، حیات، شخصیت اور شاعری۔'' از ڈاکٹر مغنی تبسم، حیدرآباد دکن، ۱۹۶۹ء، ص ۵۱۔ ۵۰

۶۔ رک: زیرِ نظر کلیات۔ گنجینۂ قلمی، رباعی: ۲۷۵۔ غیر مدوّن کلام، رباعی: ۳۲۔

Scanned with CamScanner

۷۔ مکتوب یگانہ بنام جگر بریلوی از اٹاوہ، مورخہ ۱۱ر فروری ۱۹۳۵ء، مملوکہ شمس بدایونی (یہ خط عکس کی صورت میں راقم کے پیشِ نظر ہے)

۸۔ مضمون: ''بھائی ابا'' محولۂ بالا، ص ۳۹۸

۹۔ اشتہار منجانب میسرز عطر چند کپور اینڈ سنز، لاہور، ماہ نامہ ''زمانہ'' کان پور، شمارہ دسمبر ۱۹۲۹ء (آخری صفحات میں جن پر کوئی صفحہ نمبر درج نہیں ہے)

۱۰۔ مضمون: ''جگر لاہور میں'' از رام منوہر سہائے انور، ماہ نامہ ''نگارش'' امرت سر، جگر نمبر ۱۹۶۱ء، ص ۳۲۔۲۶

۱۱۔ مضمون: ''بھائی ابا'' از بلند اقبال بیگم، محولۂ بالا، ص ۳۹۸

۱۲۔ شخصی خاکہ: ''اختر شیرانی'' مشمولۂ کتاب ''چند یادیں چند تاثرات'' از ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی، لاہور، ۱۹۹۲ء، ص ۹۶

۱۳۔ آیاتِ وجدانی، طبع اوّل، لاہور ۱۹۲۷ء، ص ۵۶

۱۴۔ مکتوب اقبال بنام ماسٹر طالع محمد، مورخہ ۱۸ر جون ۱۹۲۱ء، اقبال نامہ مرتبہ شیخ عطاء اللہ، حصہ دوم، لاہور، ۱۹۵۱ء، ص ۲۲۷

۱۵۔ ''جذباتِ یاور'' از مرزا بہادر یاور، مطبع انوار الاسلام حیدرآباد دکن، ۱۹۲۷ء، ص ۲۶۲ (تقریظ کتاب کے آخر میں ہے۔ کتاب پر سالِ طباعت ۱۹۲۷ء درج ہے۔ یگانہ نے مطبوعہ کتاب دیکھ کر ہی تقریظ لکھی ہوگی۔ اس لیے اس پر ۲۵ر جنوری ۱۹۲۸ء کی تاریخ درج ہے)

۱۶۔ ۱۹۳۳ء میں بشیر یار جنگ کا انتقال ہوا تو یگانہ نے اُن کی یاد میں دو رباعیاں لکھیں۔ (رک: زیرِ نظر کلیات، آیاتِ وجدانی، طبع دوم، رباعی شمار: ۱۲۳ و ۱۲۴)

۱۷۔ مکتوب یاور علی محجر، مورخہ ۱۸ر خورداد ۱۳۳۷ ف بنام صفی اورنگ آبادی، مخزونہ ادارۂ ادبیاتِ اردو حیدرآباد دکن (میرے پیشِ نظر اس خط کا عکس ہے جو جناب شفقت رضوی نے جناب محمد نورالدین خان (حیدرآباد دکن) کے ذریعے حاصل کرکے عنایت کیا۔ میں اِن دونوں کرم فرماؤں کا شکر گزار ہوں۔ فصلی تاریخ کی ہجری و عیسوی تاریخوں سے مطابقت بھی جناب شفقت رضوی نے کی ہے۔

۱۸۔ تخلیقی ادب، محولۂ بالا، ص ۴۷۵

۱۹۔ مضمون: ''یہ تیس برس کا قصہ ہے'' از دوارکا داس شعلہ، مشمولۂ ''تخلیقی ادب'' محولۂ بالا، ص ۴۲۲ و ۴۲۹

۲۰۔ خط بنام دوارکا داس شعلہ مورخہ ۲۶ر مارچ ۱۹۴۹ء، ''تخلیقی ادب'' محولۂ بالا، ص ۴۹۶

۲۱۔ تخلیقی ادب، محولۂ بالا، ص ۹۸۔۴۹۷

۲۲۔ رسالہ ''نقوش'' لاہور 'مکاتیب نمبر' جلد دوم، شمارہ: ۶۵ و ۶۶، نومبر ۱۹۵۷ء، ص ۸۔۷۰۷

۲۳۔ تخلیقی ادب، محولۂ بالا، ص ۴۹۱

۲۴۔ ''خاص نمبر'' ۱۹۴۴ء، ص ۲۹

۲۵۔ آیاتِ وجدانی، طبع سوم، ص ۸۱

۲۶۔ مضمون: ''نجم آفندی ایک مطالعہ'' مشمولۂ مجلّہ ''النجم'' کراچی، ۱۹۷۷ء، ص ۴۹۔۱۴۸

۲۷۔ خط بنام مالک رام مورخہ ۱۹ر مئی ۱۹۵۲ء، رسالہ ''نقوش'' لاہور 'مکاتیب نمبر' جلد دوم، محولۂ بالا، ص ۷۱۱

۲۸۔ شخصی خاکہ: ''یگانہ چنگیزی'' مشمولۂ کتاب ''جناب'' از محمد طفیل، لاہور، ۱۹۶۱ء، ص ۱۴۷

۲۹۔ عدالت میں یگانہ کی پیشی اور سزا کی خبر روزنامہ ''جنگ'' کراچی میں ۵/ دسمبر ۱۹۵۱ء کو شائع ہوئی تھی جو روزنامہ ''احسان'' لاہور سے نقل کی گئی تھی۔ ظاہر ہے یہ خبر ۴/ دسمبر کے ''احسان'' میں چھپی ہوگی جو دراصل ۳/ دسمبر کو شائع ہوا تھا کیونکہ اُس زمانے میں اخبارات پر ایک دن بعد کی تاریخ کی درج کی جاتی تھی۔ ۳/ دسمبر کو شائع ہونے والے اخبار میں اُسی روز کے کسی واقعے کی خبر شائع نہیں ہوسکتی۔ اس لیے گمان غالب ہے کہ عدالتی کارروائی ۲/ دسمبر کو ہوئی ہوگی۔

۳۰۔ یادداشت نوشتۂ یگانہ بر کلیات صائب مملوکۂ بلند اقبال بیگم۔

۳۱۔ مطابق حاشیہ: ۲۷، مندرجۂ بالا۔

۳۲۔ مکتوب یگانہ، بنام دوارکا داس شعلہ، مورخہ ۱۸/ جولائی ۱۹۵۳ء، تخلیقی ادب، محولۂ بالا، ص ۵۱۳

۳۳۔ تخلیقی ادب، محولۂ بالا، ص ۵۲۷

۳۴۔ رسالہ ''نقوش'' لاہور، 'خطوط نمبر'، حصہ اوّل، شمارہ: ۱۰۹، اپریل مئی ۱۹۶۸ء، ص ۲۵۵

۳۵۔ تخلیقی ادب، محولۂ بالا، ص ۵۲۸

۳۶۔ پوسٹ کارڈ بنام آغا جان مملوکۂ بلند اقبال بیگم۔ راقم کے پیشِ نظر اس کی نقل ہے جو اصل خط کو سامنے رکھ کر تیار کی گئی ہے۔

۳۷۔ ''یاس یگانہ چنگیزی'' از راہی معصوم رضا، الٰہ آباد، ۱۹۶۷ء، ص ۶۵

۳۸۔ ''یاس یگانہ چنگیزی'' از راہی معصوم رضا، محولۂ بالا، ص ۱۹

۳۹۔ خودنوشتِ یاس (قلمی) ص ۴۱۔

۴۰۔ دیباچہ، آیاتِ وجدانی، طبع اوّل، محولۂ بالا، ص ۶

۴۱۔ آیاتِ وجدانی، طبع اوّل، محولۂ بالا، ص ۲۱۵

۴۲۔ مکتوب مورخہ ۱۹/ مئی ۱۹۵۴ء، (غیر مطبوعہ) اصل خط مرتبِ کلیات کے پاس ہے۔

۴۳۔ خطوطِ یگانہ بنام شعلہ مورخہ ۴/ نومبر ۱۹۳۲ء و مورخہ ۱۱/ نومبر ۱۹۳۲ء، تخلیقی ادب: ۲، محولۂ بالا ص ۴۸۰۔۴۷۹

۴۴۔ حیاتِ جاوداں (سوانح عمری ماسٹر الطاف حسین) از احمد الدین مارہروی، کراچی، سالِ طبع ندارد، ص ۲۶۸